30

اپنی نمازوں کو اِس طرح سنوار کر ادا کرو کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تمہاری تائید میں نشان ظاہر ہونے لگیں

(فرمودہ 28/اگست 1953ء بمقام کراچی)

تشہّد، تعوّذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

"سب سے پہلے تو میں اللہ تعالیٰ کا اس امر پر شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے ہماری جماعت کو یہاں ایک مسجد بنانے کی توفیق عطاء فرمائی ہے۔ خصوصاً جب کہ پہلے بھی جماعت ایک وسیع ہال بنا چکی ہے۔ جس میں نمازیں ادا کی جاتی ہیں۔ گو وہ ہال کراچی کی ضروریات کے لحاظ سے کافی نہیں۔ بہرحال اب اللہ تعالیٰ نے جماعت کو یہاں بھی ایک مسجد بنانے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ آیا سرکاری طور پر اس جگہ پر مسجد بنانے کی اجازت ہے یا نہیں لیکن آج ہی مجھے جماعت کی طرف سے ایک چِٹھی ملی تھی کہ اس مسجد کا کوئی نام رکھ دیا جائے۔ مسجد کا نام تو مسجد ہی ہے۔ یہی نام اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے۔ باقی محلوں کے لحاظ سے اور شہروں کے لحاظ سے بعض دفعہ مساجد کے نام بھی رکھ دیئے جاتے ہیں۔ اس کے لحاظ سے اگر اس مسجد کا بھی کوئی نام رکھ لیا جائے تو کوئی حرج نہیں لیکن اس کا نام "مسجد کراچی" رکھنا مناسب نہیں ہوگا۔ کیونکہ ابھی جماعت نے بڑھنا

اور ترقی کرنا ہے۔ اور یہ مسجد اتنی وسیع نہیں کہ سارے کراچی کے احمدی یہاں نمازیں پڑھ سکیں۔ درحقیقت ''مسجد کراچی'' وہی کہلائے گی جس میں کراچی کے تمام موجودہ اور آئندہ آنے والے احمدی سما سکیں۔ پس اس کا کوئی اَور نام رکھ لیا جائے جو موجودہ حالات کے لحاظ سے مناسب ہو۔

اس کے بعد میں جماعت کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ نماز، روزہ، حج، اور زکوٰۃ یہ ساری کی ساری عبادات صرف ایک ظاہری شکلیں ہیں جو اپنی ذات میں مقصود نہیں۔ ہم مساجد میں جاتے ہیں، اُن کا احترام بھی کرتے ہیں اور مساجد کے سامنے باجا بجانے یا شور وغل مچانے پر کُشت وخون بھی ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر ہم غور کریں کہ مسجد کیا ہے؟ تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ محض ایک زمین کا ٹکڑا ہوتا ہے جس کا احاطہ کر لیا جاتا ہے اور پھر فیصلہ کیا جاتا ہے کہ لوگ یہاں نمازیں پڑھیں گے۔ گویا ہمارا اصل مقصد مسجد نہیں، اصل مقصود نماز باجماعت ادا کرنا ہوتا ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر ہم مزید غور کریں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ نماز بھی اپنی ذات میں مقصود نہیں۔ بلکہ وہ بھی کسی اَور مقصد کے حصول کے لیے پڑھی جاتی ہے۔ پس جس غرض کے لیے نماز ادا کی جاتی ہے درحقیقت وہی غرض ہمارا اصل مقصود کہلائے گی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ [1] یعنی نماز انسان کو فحش اور ناپسندیدہ باتوں سے روکتی ہے اور رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ کی نماز یہ ہے کہ تُو یہ سمجھے کہ خدا تجھے دیکھ رہا ہے۔ اور اعلیٰ درجہ کی نماز یہ ہے کہ تُو یہ سمجھے کہ تُو اپنی آنکھوں سے خدا کو دیکھ رہا ہے [2] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف نماز اپنی ذات میں کوئی چیز نہیں۔ نماز کی اصل غرض یہ ہوتی ہے کہ عملی زندگی میں وہ انسان کو فحشاء و منکر سے روکے۔ گویا اصل مقصود یہ ہوا کہ انسان فحشاء و منکر سے رُکے اور روحانی لحاظ سے نماز کی غرض یہ ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کے سامنے آجائے اور وہ یہ سمجھے کہ وہ خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔

اب یہ جو رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ تُو یہ سمجھے کہ تُو خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔ اور اگر تجھے یہ مقام حاصل نہیں تو تُو یہ سمجھے کہ خدا تجھے دیکھ رہا ہے۔ اس کے متعلق یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدا تو ہر انسان کو ہر حالت میں دیکھ رہا ہے۔ کیا اسلام کی رُو سے یہ کہنا جائز ہوگا کہ خدا فلاں کو دیکھ رہا ہے اَور فلاں کو نہیں دیکھ رہا؟ یا خدا عیسائیوں کو نہیں دیکھ رہا، ہندوؤں کو نہیں دیکھ رہا، سکھوں کو

نہیں دیکھ رہا؟ لیکن مسلمانوں کو دیکھ رہا ہے؟ یا زید نماز نہ پڑھنے والے کو خدا تعالیٰ نہیں دیکھ رہا اور زید نماز پڑھنے والے کو خدا تعالیٰ دیکھ رہا ہے؟ اگر ایسا ہوتا کہ جب بندہ نماز کے لیے کھڑا ہوتا تبھی خدا اُسے دیکھتا، تو کئی لوگ جان بوجھ کر نماز چھوڑ دیتے۔ اور سمجھتے کہ نہ ہم نماز پڑھیں گے اور نہ خدا ہمیں دیکھے گا۔ جیسے بچے بعض دفعہ غلطیاں کر بیٹھتے ہیں تو ماں باپ کے سامنے آنے سے گریز کرتے ہیں۔ اور وہ ڈرتے ہیں کہ کہیں ماں باپ اُنہیں دیکھ نہ لیں۔ اِسی طرح اگر نماز نہ پڑھنے والے کو خدا تعالیٰ نہ دیکھتا اور پڑھنے والے کو دیکھتا تو کمزور لوگ کبھی نماز کے قریب بھی نہ جاتے۔ وہ سمجھتے کہ نہ ہم نمازیں پڑھیں گے اور نہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھے گا۔ پس جب رسول کریم ﷺ نے یہ فرمایا کہ نماز کا ادنیٰ مقام یہ ہے کہ انسان یہ سمجھے کہ خدا اُسے دیکھ رہا ہے تو اِس کے یہ معنے تو نہیں ہو سکتے کہ انسان یہ سمجھے کہ خدا نماز پڑھنے والے کو تو دیکھتا ہے اور جو نماز نہیں پڑھتا اُسے نہیں دیکھتا۔ کیونکہ اس صورت میں کمزور لوگ نماز نہ پڑھنے کو اپنے لیے زیادہ برکت کا موجب سمجھتے اور وہ خیال کرتے کہ نہ ہم نماز پڑھیں گے اور نہ ہمیں خدا دیکھے گا۔

پھر ایک اَور معنے بھی اس کے لیے جاسکتے ہیں اور وہ یہ کہ فی الواقع تو خدا انسان کو نہیں دیکھ رہا۔ لیکن تم یہ سمجھو کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اگر یہ معنے لیے جائیں تو یہ جھوٹ بن جاتا ہے۔ اگر خدا ہمیں نہیں دیکھ رہا اور ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ خدا ہمیں دیکھ رہا ہے تو ہم اپنے نفس کو دھوکا دیتے ہیں۔ اور ایک جھوٹا تصور اپنے ذہن میں پیدا کرتے ہیں۔ پس یہ دونوں معنے نہیں لیے جاسکتے۔ نہ یہ معنے لیے جاسکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہم کو عام طور پر نہیں دیکھتا لیکن جب ہم نماز پڑھتے ہیں تو وہ ہمیں دیکھتا ہے۔ اور نہ یہ معنے لیے جاسکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہم کو حقیقتاً نہیں دیکھ رہا لیکن ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ ہمیں دیکھ رہا ہے۔ جب یہ دونوں معنے غلط ہیں تو لازماً ہمیں اِس کے کوئی اَور معنے لینے پڑیں گے جو قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق ہوں۔ اور وہ معنے یہی ہیں کہ اس جگہ سمجھ لو کہ معنے یقین کر لینے کے ہیں۔ گویا رسول کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ تم سمجھ لو کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ تمہیں یقینی طور پر اس بات کو محسوس کرنا چاہیے کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اور یقینی علم اور محض خیال اور وہم میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایک آدمی صرف خیال کرتا ہے کہ خدا اُسے دیکھ رہا ہے۔ اور ایک آدمی اس یقینِ کامل پر قائم ہوتا ہے کہ خدا اُسے دیکھ رہا ہے۔ بظاہر دونوں

یہی سمجھتے ہیں کہ خدا انہیں دیکھ رہا ہے۔ لیکن ایک کا تصور محض وہم پر مبنی ہوتا ہے جو جھوٹ بھی ہو سکتا ہے۔ اور دوسرا یقین کی مضبوط بنیادوں پر قائم ہوتا ہے۔ ایک کو بڑی آسانی کے ساتھ متزلزل کیا جا سکتا ہے۔ اور دوسرا شخص جو اپنے اندر کامل یقین پیدا کیے ہوئے ہوتا ہے اُسے دنیا کی کوئی طاقت متزلزل نہیں کر سکتی۔ پس رسول کریم ﷺ کے اس ارشاد کا یہ مطلب نہیں کہ گو یہ واقعہ تو نہیں کہ "خدا تمہیں دیکھ رہا ہے" مگر تم نماز پڑھتے وقت یہ تصور کر لیا کرو کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے۔ بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ نماز کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان اس یقینِ کامل پر قائم ہو جائے کہ خدا اُسے دیکھ رہا ہے۔ یہاں دیکھنے کے عام معنی تو ہو نہیں سکتے کیونکہ وہ کافر کو بھی دیکھ رہا ہے اور مومن کو بھی دیکھ رہا ہے، عیسائی کو بھی دیکھ رہا ہے اور ہندو کو بھی دیکھ رہا ہے، نماز پڑھنے والے کو بھی دیکھ رہا ہے اور نماز نہ پڑھنے والے کو بھی دیکھ رہا ہے۔ ایسی صورت میں ایک نماز پڑھنے والا بھی اگر یہ سمجھ لیتا ہے کہ خدا اسے دیکھ رہا ہے تو اس میں اِسے کوئی خصوصیت حاصل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ خدا جس طرح اُسے دیکھ رہا ہے اُس طرح ایک کافر اور منافق کو بھی دیکھ رہا ہے۔ خصوصیت اُسے تبھی حاصل ہو سکتی ہے جب دیکھنے کے بھی اَور معنے لیے جائیں۔

اور وہ معنے "حفاظت اور مدد کرنے کے لیے اس کی طرف متوجہ ہونے" کے ہیں۔ جیسے قرآن کریم میں ہی اللہ تعالیٰ ایک دوسرے مقام پر رسول کریم ﷺ کی نسبت فرماتا ہے کہ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ [3] پس تُو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اور چاہیے کہ جب تُو (نماز کے لیے) کھڑا ہو تو ہماری تسبیح کیا کر۔ اب آنکھوں کے سامنے ہونے کا یہ مطلب تو نہیں کہ رسول کریم ﷺ تو خدا تعالیٰ کی آنکھوں کے سامنے تھے لیکن رسول کریم ﷺ کا دشمن خدا تعالیٰ کی آنکھوں کے سامنے نہیں تھا۔ بلکہ اِس کا مطلب یہی ہے کہ تُو ایسے مقام پر پہنچ گیا ہے کہ اب ہم تیرا خاص خیال رکھتے ہیں۔ کوئی تجھ کو چھیڑ نہیں سکتا، کوئی تجھ پر حملہ نہیں کر سکتا، کوئی تجھے ذلیل اور رُسوا نہیں کر سکتا ہے۔ جیسے حفاظت کے لیے اگر کسی کی ڈیوٹی مقرر ہو تو وہ حملہ آور کو دیکھ کر چُپ نہیں رہ سکتا۔ اِسی طرح ہمارا تیرے ساتھ ایسا تعلق قائم ہو چکا ہے کہ اب ہم تجھ پر حملہ ہوتے دیکھ کر چُپ نہیں رہ سکتے۔ دنیا میں بھی انسان جب کسی معاملہ میں دخل دینا مناسب نہیں سمجھتا تو آنکھیں پھیر لیتا ہے۔ اور جب دخل دینا چاہتا ہے تو کہتا ہے **"میں دیکھ رہا ہوں"**۔ بہرحال

جب رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ نماز کا یہ ہے کہ انسان یہ سمجھے کہ خدا اُسے دیکھ رہا ہے تو اس کے معنے یہی ہیں کہ اسے یہ یقینِ کامل حاصل ہونا چاہیے کہ میری نماز اتنی درست ہے کہ اب میرے ساتھ کوئی شخص ایسا سلوک نہیں کرسکتا جسے خدا نظر انداز کردے۔ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا کہ اِنِّیْ مُعِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِعَانَتَکَ وَاِنِّیْ مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ 4 جو شخص تیری مدد کا ارادہ کرے گا میں اس کی مدد کروں گا اور جو شخص تیری اہانت کا ارادہ کرے گا میں اس کی اہانت کروں گا۔

گویا اس مقام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیکی اور بدی دونوں کا ردِّ عمل ظاہر ہوجاتا ہے۔ اور وہ اپنے بندے سے نیکی کرنے والے کی نیکی کو ضائع نہیں ہونے دیتا، اور نہ اپنے بندے کے ساتھ برائی کرنے والے کی برائی کو نظر انداز کرتا ہے۔ اگر کوئی اُس سے نیکی کرتا ہے تو وہ اُس سے بڑھ کر اُس کے ساتھ نیک سلوک کرتا ہے اور اگر کوئی اُس کے ساتھ بدی کرتا ہے تو وہ اُس سے بڑھ کر اس کے ساتھ بُرا سلوک کرتا ہے۔ اور یہ ادنیٰ درجہ ہے جو رسول کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق ہر مومن کو حاصل ہونا چاہیے۔ اس کے بعد رسول کریم ﷺ نماز کے اعلیٰ درجہ کی طرف مومنوں کو توجہ دلاتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ اصل مقام یہ ہے کہ تُو نماز پڑھتے وقت یہ سمجھے کہ میں خدا کو دیکھ رہا ہوں۔ یہاں بھی **کَاَنَّکَ تَرَاہُ** کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ اب اس کے بھی یہ معنے نہیں ہوسکتے کہ تُو فرض کرے کہ میں خدا کو دیکھ رہا ہوں۔ کیونکہ یہ جھوٹ بن جاتا ہے۔ اول تو جو چیز ہے ہی نہیں اُس کے متعلق کسی نے سمجھنا ہی کیا ہے۔ اور اگر کوئی ایسا کمزور دل ہو جو اپنے دل پر بار بار یہ اثر ڈالنے کی کوشش کرے کہ میں خدا کو دیکھ رہا ہوں تو اس کا فائدہ کیا ہوسکتا ہے۔ پس **کَاَنَّکَ تَرَاہُ** کے یہ معنے تو نہیں ہوسکتے کہ تُو یہ فرض کرلے کہ تُو خدا کو دیکھ رہا ہے۔ درحقیقت اس کے معنے یہ ہیں کہ پہلا مقام حاصل ہوجانے کے بعد مومن ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے اعمال کی حقیقت اس پر واضح ہوجاتی ہے اور وہ خدا تعالیٰ کے سلوک اور اس کے نشانات کو اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ لیتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم زمین و آسمان میں اپنے کتنے ہی نشانات ظاہر کرتے ہیں مگر لوگ ان نشانات پر سے آنکھیں بند کرکے گزر جاتے ہیں۔ **وَھُمْ عَنْھَا مُعْرِضُوْنَ** 5 اور وہ ان سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے۔ اِس کیفیت کے بالکل الٹ ایک مومن کو جب اعلیٰ درجہ کا

روحانی مقام حاصل ہوتا ہے تو وہ خدا تعالیٰ کا ہر نشان محسوس کرنے لگتا ہے اور اس کا ہر سلوک اسے اپنی آنکھوں سے نظر آنے لگتا ہے۔ گویا پہلا مقام تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ نیکی کرنے والے کی نیکی کو نظر انداز نہیں کرتا اور بدی کرنے والے کی بدی کو نظر انداز نہیں کرتا اور وہ اپنے بندے کا نگہبان ہو جاتا ہے۔ مگر یہ مقام ابھی ناقص تھا کیونکہ اگر خدا تو کسی کے ساتھ حُسنِ سلوک کرے لیکن بندہ کو وہ سلوک نظر نہ آئے تو اللہ تعالیٰ کے اس سلوک کا ردِّعمل مکمل نہیں ہوگا۔ قرآن کریم میں ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم بعض لوگوں کو اپنے خاص فضل سے ترقی دیتے ہیں۔ مگر جب انہیں ترقی حاصل ہو جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں قَالَ إِنَّمَا أُوْتِيتُهُ عَلٰى عِلْمٍ ۔6 ہم نے اپنے زور سے یہ ترقی حاصل کی ہے۔ ہم بڑے لائق تھے۔ ہم بڑے قابل تھے۔ ہم نے جدوجہد کی اور یہ ترقی حاصل کر لی۔ گویا خدا تعالیٰ تو ان پر احسان کرتا ہے مگر وہ اس احسان کو دیکھنے کی قابلیت نہیں رکھتے۔

پس پہلا درجہ تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اُس کے ساتھ نیک سلوک کرنے والے سے نیک سلوک کرتا ہے اور بدسلوک کرنے والے سے بُرا سلوک کرتا ہے۔ لیکن اگر اس نے خدا تعالیٰ کے اس سلوک کو نہیں دیکھا تو خدا تو اس کے ساتھ یہ سلوک کر دے گا۔ لیکن اس کے مقابل میں خود اس کے اندر جو ردِّعمل پیدا ہونا چاہیئے تھا وہ پیدا نہیں ہوگا۔ انسانی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ جب وہ کسی کے سلوک کو پہچانتا نہیں تو اسکے متعلق بدظنی سے کام لینے لگ جاتا ہے۔

تاریخوں میں برمکہ 7 کے زمانہ کا واقعہ آتا ہے کہ ایک شخص جو ایک برمکی وزیر کا دوست تھا اور ان دونوں کے آپس میں گہرے تعلقات تھے اُسے بعض قرضوں کی ادائیگی اور دوسری ضروریات کے لیے کچھ روپیہ کی ضرورت پیش آ گئی۔ وہ اپنے دوست کے پاس گیا اور اُس کے سامنے اُس نے ضرورت پیش کی۔ مگر اس نے کوئی توجہ نہ کی۔ اور وہ سخت مایوس اور بددل ہو کر واپس آ گیا اور اس نے سمجھا کہ یہ بڑے لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ ظاہر میں اپنی دوستی اور محبت کا اظہار کرتے ہیں مگر وقت آنے پر منہ پھیر لیتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ اس برمکی وزیر نے جب اپنے دوست کو اس حالت میں دیکھا تو اُس نے فوری طور پر اُس کو مدد دینے کا فیصلہ کر لیا۔ مگر اُسے خیال آیا کہ اگر میں لوگوں کے سامنے اسے کچھ دوں گا تو یہ شرمندہ ہوگا کہ میں آج اِس حالت کو پہنچ چکا ہوں کہ مجھے اپنی ضروریات کے لیے مانگنا پڑا ہے۔ چنانچہ وہ اُس وقت خاموش رہا اور

اس نے کچھ جواب نہ دیا۔ لیکن جب وہ اپنے گھر پہنچا تو اُس نے دیکھا کہ وزیر کے آدمی روپیہ لیے کھڑے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ اتنا روپیہ آپ کے قرضہ کے لیے بھجوایا گیا ہے اور اتنا روپیہ آپ کے کھانے پینے کی ضروریات کے لیے دیا گیا ہے۔

اب دیکھ لو جب تک اُس پر حقیقت ظاہر نہیں ہوئی تھی اُس کے دل میں نفرت کے جذبات پائے جاتے تھے کہ یہ شخص مجھ سے اتنے تعلق کا اظہار کرتا تھا۔ مگر وقت آنے پر بالکل بے وفا ثابت ہوا مگر جب اس پر حقیقت کھلی تو یقیناً اس کے دل میں شرمندگی پیدا ہوئی ہوگی کہ میں نے بلا وجہ اس پر بدظنی کی۔

تو اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی بندے سے نیک سلوک کرے اور اسے پتا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے یہ سلوک کر رہا ہے تو اُس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا نہیں ہوتی۔ لیکن جب اُسے نظر آ جائے کہ میرے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے والے سے خدا تعالیٰ حُسنِ سلوک کرتا ہے اور میرے ساتھ بُرا سلوک کرنے والے سے خدا تعالیٰ بُرا سلوک کرتا ہے۔ اور اسے دکھائی دینے لگے کہ اگر اس میں خدا کا ہاتھ کام کر رہا ہے تو اس کی حالت بالکل بدل جاتی ہے اور اس کے دل میں خدا تعالیٰ کی محبت اتنی ترقی کر جاتی ہے کہ کوئی چیز اس کی اس محبت کو کاٹ نہیں سکتی۔ اور وہ اس کے قرب میں بڑھتا چلا جاتا ہے۔

پس نماز کا اعلیٰ مقام یہ ہے کہ انسان جب نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو تو اُسے یہ یقینِ کامل ہو کہ وہ خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔ اِس کے یہ معنے نہیں کہ جیسے ہندو کہتے ہیں کہ انسان عبادت کے وقت یہ سوچنا شروع کر دے کہ ایک بت جو اس کے سامنے ہے وہ خدا ہے، اِسی طرح وہ مسلمان بھی سوچنا شروع کر دے۔ کیونکہ اسلام وہم نہیں سکھاتا، اسلام کوئی جھوٹا تصور انسانی ذہن میں پیدا نہیں کرتا۔ اسلام یہ سکھاتا ہے کہ جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو تمہیں اِس امر کی کامل معرفت حاصل ہو کہ تم سے نیک سلوک کرنے والے سے خدا تعالیٰ نیک سلوک کرتا ہے اور تم سے بُرا سلوک کرنے والے سے خدا تعالیٰ بُرا سلوک کرتا ہے۔ اگر تم کو بھی یہ نظر آ جائے اور تم کو بھی یہ محسوس ہونے لگ جائے کہ جس نے تمہارے ساتھ نیک سلوک کیا تھا اسکے ساتھ خدا تعالیٰ نے نیک سلوک کیا اور جس نے تمہارے ساتھ بُرا سلوک کیا تھا اس کے ساتھ خدا تعالیٰ نے بُرا سلوک کیا۔ تو اِس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ

تمہاری محبتِ الٰہی کامل ہو جائے گی۔ اور تمہاری نماز اپنی ذات میں مکمل ہو جائے گی۔

غرض اسلام واہمہ کی تعلیم نہیں دیتا۔ اسلام ہمیں یقین اور معرفت کے مقام پر پہنچانا چاہتا ہے۔ اسلام ہم سے تقاضا کرتا ہے کہ ہم اپنی نمازوں کو اس طرح سنوار کر ادا کریں اور انہیں اتنا اچھا اور اعلیٰ درجہ کا بنائیں کہ ایک طرف تو خدا تعالیٰ ہم سے اتنا تعلق رکھے کہ ہمارے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے والے سے وہ حُسنِ سلوک کرے اور ہمارے ساتھ بُرا سلوک کرنے والے سے وہ بُرا سلوک کرے۔ اور دوسری طرف ہماری اپنی آنکھیں اتنی روشن ہوں اور ہمارے دل میں اتنا نور بھرا ہو کہ ہم کو خود بھی نظر آ جائے کہ خدا تعالیٰ ہماری تائید میں اپنے نشانات ظاہر کرتا ہے۔ جب یہ مقام کسی شخص کو حاصل ہو جائے تو وہ ہر قسم کے شکوک وشبہات سے بالا ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے روشن نشانات اس کی تائید میں ظاہر ہونے لگتے ہیں اور وہ اس یقین سے لبریز ہو جاتا ہے کہ خدا اُسے ضائع نہیں کرے گا۔ کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے نشانات کو دیکھ رہا ہوتا ہے، وہ اس کے حُسنِ سلوک اور انعامات کا مشاہدہ کر رہا ہوتا ہے اور وہ اس یقین پر مضبوطی سے قائم ہوتا ہے کہ دنیا اُسے چھوڑ دے مگر خدا اُسے نہیں چھوڑے گا۔

نادان اس کو نہیں سمجھ سکتا۔ مگر وہ جس نے خدا تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہو وہ ایسی مضبوط چٹان پر قائم ہوتا ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت اُس کے عزم کو متزلزل نہیں کر سکتی۔ پچھلے دنوں جب فسادات ہوئے تو مجھے جماعت سے خطاب کرنا پڑا اور میں نے کہا کہ کیا تم نے گزشتہ چالیس سال میں کبھی دیکھا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے چھوڑ دیا ہو؟ پھر کیا وہ مجھے اب چھوڑ دے گا؟ ساری دنیا مجھے چھوڑ دے مگر وہ مجھے کبھی بھی نہیں چھوڑے گا بلکہ وہ تو میری مدد کے لیے دوڑا آ رہا ہے۔ میرے اس اعلان سے گورنمنٹ نے سمجھا کہ فساد ہو جائے گا۔ اور اس نے سیفٹی ایکٹ کے ماتحت میری زبان بندی کر دی۔ مگر واقعہ یہی تھا کہ خدا میری طرف دوڑا چلا آ رہا تھا اور جب مجھے دکھائی دے رہا تھا کہ خدا میری طرف آ رہا ہے تو میں اس کو کس طرح چھپا سکتا تھا۔ اور سیفٹی ایکٹ خدا تعالیٰ کی تائید سے ہمیں کس طرح محروم کر سکتا تھا۔ وہ شخص جس نے خدا تعالیٰ کی تائیدات کو نہیں دیکھا وہ اگر انکار کرتا ہے تو اپنی نابینائی کی وجہ سے کرتا ہے۔ لیکن وہ شخص جس نے الٰہی نشانات کو بارش کی طرح برستا دیکھا ہو اور اس کی محبت کا مشاہدہ کیا ہو اُسے یہ کہنا کہ تم نے ایسا کیوں کہا ہے بالکل ایسی ہی

بات ہے جیسے اِس وقت میرے سامنے ہزاروں آدمی بیٹھے ہیں اور میں انہیں دیکھ رہا ہوں لیکن گورنمنٹ کی طرف سے کہا جائے کہ تم کہو کہ میں ان آدمیوں کو نہیں دیکھ رہا۔ بھلا اس سے زیادہ حماقت کی اور کیا بات ہوگی۔ میں خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں اور گورنمنٹ یہ کہے کہ تم کیوں کہتے ہو کہ میں خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں۔ جب وہ مجھے نظر آرہا ہے تو میں یہی کہوں گا کہ وہ مجھے نظر آرہا ہے۔ اور جب مجھے دکھائی دے کہ وہ میری تائید کے لیے دوڑا چلا آرہا ہے تو میں یہی کہوں گا کہ وہ میری تائید کے لیے دوڑا چلا آرہا ہے۔ اِس پر اگر سیفٹی ایکٹ کے ماتحت مجھے نوٹس بھی دے دیا جائے تب بھی یہ محض ایک عارضی چیز ہے۔ جب میرا خدا میری مدد کے لیے آئے گا تو سیفٹی ایکٹ آپ ہی آپ ختم ہو جائے گا۔ کیونکہ اصل سیفٹی خدا تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ سیفٹی ایکٹ بنانے والے خود ہمارے خدا سے محفوظ نہیں ہیں اور وہ اس کے ایک اشارہ پر ختم ہو سکتے ہیں۔ پھر ہمیں خوف کس بات کا ہوسکتا ہے۔ ایک بچہ جسے بھوک لگی ہوئی ہو وہ بے شک بھوک کی وجہ سے رونے لگ جائے گا لیکن اگر باورچی خانہ میں اس کی ماں پُھلکے پکا رہی ہو یا ہنڈیا تیار کر رہی ہو۔ تو دیکھنے والا یہ کبھی نہیں کہہ سکے گا کہ وہ کچھ نہیں کر رہی۔ اِسی طرح جب ہمیں نظر آرہا ہو کہ خدا ہماری تائید کے لیے دوڑا چلا آرہا ہے، جب ہمیں نظر آرہا ہو کہ خدا ہمارے دشمنوں کو کبھی کامیاب نہیں ہونے دیتا، جب ہمیں نظر آرہا ہو کہ اللہ تعالیٰ کی قضاء ہمارے حق میں ہے۔ تو خواہ کوئی مانے یا نہ مانے، اقرار کرے یا انکار کرے، اچھا سمجھے یا بُرا منائے، ہوگا وہی جس کا خدا نے ارادہ کیا ہے۔

پس نماز کے متعلق رسول کریم ﷺ نے جو یہ فرمایا ہے کہ تم نماز کو اِس واسطے ادا کرو کہ گویا تم خدا کو دیکھ رہے ہو۔ اور اگر یہ مقام تمہیں حاصل نہیں تو تمہیں کم از کم یہ سمجھنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اس میں کسی وہم کی تعلیم نہیں دی گئی بلکہ بتایا گیا ہے کہ مومن کو اپنی نمازیں خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے والی بنانی چاہییں اور اس رنگ میں ادا کرنی چاہئیں کہ خدا تعالیٰ کا اُس سے اِس قسم کا تعلق ہو جائے کہ خدا اُس کے لیے نشان دکھانے لگ جائے اور وہ بھی سمجھ جائے کہ خدا اس کی تائید کے لیے نشان دکھا رہا ہے۔ جب یہ مقام کسی شخص کو حاصل ہو جاتا ہے تو دنیا کی بڑی سے بڑی مخالفت بھی اسے مرعوب نہیں کر سکتی۔ وہ ایک مضبوط چٹان کی طرح

دشمنوں کے نرغہ میں کھڑا رہتا ہے اور سلامتی کے ساتھ اُن کی جلائی ہوئی آگ میں سے نکل آتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جن دِنوں گورداسپور میں کرم دین نے مقدمہ کیا ہوا تھا۔ خواجہ کمال الدین صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس گھبرائے ہوئے آئے اور انہوں نے کہا کہ آریوں نے مجسٹریٹ پر زور دے کر اُس سے وعدہ لے لیا ہے کہ وہ حضور کو ضرور سزا دے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب یہ سنا تو آپ نے فرمایا خواجہ صاحب! آپ کیسی باتیں کرتے ہیں کس میں طاقت ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے شیر پر ہاتھ ڈال سکے۔ اب خواجہ صاحب کو تو نظر نہیں آتا تھا لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دکھائی دے رہا تھا کہ خدا آپؑ کی تائید میں کھڑا ہے اس لیے دشمن آپؑ کو سزا دلانے کے ارادہ میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ پھر وہی مجسٹریٹ جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سزا دینے کا ارادہ کیا تھا اُسے خدا نے اِس قدر آفات اور مصائب میں مبتلا کیا کہ میں ایک دفعہ دلّی سے آرہا تھا کہ لدھیانہ اسٹیشن پر وہ خود چل کر میرے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں جو کچھ غلطی کر چکا ہوں اس کی سزائیں مجھے اب تک مل رہی ہیں۔ آپ خدا کے لیے میرا قصور معاف ہونے کے لیے دعا کریں۔ میں سخت نادم اور پشیمان ہوں۔

غرض رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ مومن عبادت کرتے وقت یہ سمجھتا ہے کہ وہ خدا کو دیکھ رہا ہے اِس کے یہ معنٰی نہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کو ایک بت سمجھتا ہے اور اس کا تصور اپنے ذہن میں لانے کی کوشش کرتا ہے۔ بلکہ اِس کے معنی یہ ہیں کہ اُسے اپنی آنکھوں سے دکھائی دیتا ہے کہ خدا اُس کی تائید میں اپنے نشانات ظاہر کر رہا ہے، خدا اُس کی تائید کرنے والوں کی تائید کرتا ہے، خدا اُس کی مخالفت کرنے والوں کی مخالفت کرتا ہے، خدا اس کے دشمنوں کو ہلاک کرتا اور اس کے دوستوں کو ترقی دیتا ہے۔ اور یہی مقام ہے جو ہر مومن کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ورنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہرگز یہ مراد نہیں کہ تم نماز میں خدا تعالیٰ کی تصویر بنانے کی کوشش کرو اور اس کا جھوٹا تصور اپنے ذہن میں لاؤ۔ اسلام مومن کے دل میں کوئی جھوٹا تصور پیدا نہیں کرتا بلکہ وہ عملاً اُسے ایسے مقام پر پہنچاتا ہے کہ صفاتِ الٰہیہ کا ظہور اس کے لیے شروع ہو جاتا ہے۔ اور خدا اس کے لیے زمین و آسمان میں بڑے بڑے نشانات دکھانا شروع کر دیتا ہے۔ اور خود اُسے بھی وہ روحانی آنکھیں میسر آجاتی ہیں جن سے وہ خدا تعالیٰ کے چمکتے ہوئے ہاتھ کا مشاہدہ کر لیتا ہے۔

اور جب یہ مقام کسی مومن کو حاصل ہو جاتا ہے تو پھر دنیا اُس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔ ساری دنیا بھی اگر اُس کے خلاف کوشش کرے تو وہ ناکام رہتی ہے۔ کیونکہ خدا اُس کی پُشت پر ہوتا ہے۔ اور جس کی تائید میں خدا ہو دنیا اس کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتی۔"

(المصلح 27 اکتوبر 1953ء)

1: العنکبوت:46

2: بخاری کتاب التفسیر: تفسیر سورۃ لقمان باب قولِہٖ۔ اَنَّ اللّٰہ عِنۡدَہٗ عِلۡمُ السَّاعَۃِ

3: الطّور: 49

4: تذکرہ صفحہ 524 ایڈیشن چہارم میں الہام کے الفاظ بدیں طور ہیں "اِنِّیۡ مُھِیۡنٌ مَنۡ اَرَادَ اِھَانَتَکَ وَاِنِّیۡ مُعِیۡنٌ مَنۡ اَرَادَ اِعَانَتَکَ"

5: یوسف:106

6: القصص:79

7: برمکہ: برمکی خاندان کو عباسیہ عہد میں اقتدار نصیب ہوا اور انہوں نے 803ء تک وزارت کے کے منصب پر فائز رہ کر عباسیہ سلطنت پر بالواسطہ فرمانروائی کی۔ اس خاندان کا بانی خالد بن برمک ایک ایرانی نومسلم تھا جس کی ماں کو قطیبہ ابن مسلم نے 705ء میں بلخ سے گرفتار کر کے خالد کے باپ (جو ایک بُدھ راہب خانہ کے منتظم ہونے کے باعث سردار کاہن یعنی (برمک) کہلاتا تھا) کے عقد میں دے دیا۔ اس کے بطن سے خالد ابن برمک پیدا ہوا جو برمکی خاندان کا سب سے پہلا وزیر بنا۔ (وکی پیڈیا۔ آزاد دائرۃ المعارف۔ زیرلفظ برامکہ (برمکہ))